نوٹ ثمن عرفی ہے نہ کہ سند حوالہ

مولانا مفتی تاج زرین رحمہ اللہ تعالیٰ

(استاذ)دار العلوم عربیہ شیر گڑھ مردان

نوٹ: موصوف مرحوم نے یہ مضمون اسلام آباد فقہی سیمینار بعنوان: ''جدید مالیاتی نظام کا اسلامی تصور'' میں ارسال کیا تھا۔اس کی اشاعت جلد نمبر۲ شمارہ نمبر۱ میں ہو چکی تھی۔قارئین کے پُر زور اصرار پر اس کی اشاعت دوبارہ کی جاتی ہے۔ (ادارہ......)

نمبر شمار	:	ذیلی عنوانات
(1)	:	نوٹ کے بارے شرعی اصول اور قواعد کی رو سے علماء کی رائیں
(2)	:	کرنسی نظام کی ابتداء اور انتہاء
(3)	:	حاصل بحث

الحمد للہ الذی انزل علیٰ عبدہ الکتاب ولم یجعل لہ عِوَجاً و وعدنبیہ ورسولہ تفسیر کتابہٖ فقال جل جلالہ ثم ان علینا بیانہ وقال تعالی لقد منّ اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ وان کانو امن قبل لفی ضلٰلٍ مبین وجعل العلماء ورثۃ لانبیاء وامر الامۃ باتباعھم فقال تعالیٰ واطیعو اللہ واطیعو الرسول واولی الامرمنکم (ای العلماء والفقھاء) وخص المؤمنین علی التفقہ فی الدین بقولہ ماکان المؤمنین لینفروا کافۃ فلولا نفرمن کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ولینذروا قومھم اذارجعو الیھم لعلھم یحذرون والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیآء والمرسلین وعلی الہ واصحابہ الذین جھد ھم فی اعلآء کلمۃ الحق تبلیغ الدین وعلی من تبعھم من الفقھاء والمجتھد ین الی یوم الدین . امابعد:

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے جس میں زندگی کی تمام شعبوں (عبادات،اخلاقیات،معاملات) سب کیلئے قوانین مقرر کی گئی ہیں۔جن کی بنیاد چار اصول ہے قرآن،حدیث،اجماع اور قیاس شرعی ان چاروں اصولوں کے ذریعہ سے ائمہ مجتہدین نے اسلام کے احکام کیلئے اصول وضع کئے ہیں جن کے ذریعہ تا یوم القیٰمۃ تمام فروعات کے احکام معلوم کئے جاسکتے ہیں۔اسی بناء پر دنیا میں جو ایجادات رونما ہوتے ہیں ان قواعد شرعیہ کے ذریعہ ماہرین علوم شرعیہ اس کے احکام بتاتے ہیں ان نئی ایجادات میں سے ایک نوٹ ہے نوٹ کے بارے میں شرعی اصول اور قواعد کی رو سے علماء کی دو رائیں ہیں۔

ا......یہ نوٹ سند حوالہ ہے مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو یہ نوٹ دی جاتی ہے نوٹ پر لکھے ہوئے رقم جو کہ نوٹ کے دینے والے

بنک پر قرض ہے یعنی جو شخص کسی سے سو روپے کے نوٹ کے ذریعہ جو چیز خریدنا چاہتا ہے مثلاً گندم، کپڑا وغیرہ یہ نوٹ دینے والے دوکاندار کو بنک پر حوالہ کرتا ہے۔ کہ بنک پر جو میرا قرضہ ہے۔ جس کے مقدار نوٹ پر لکھی گئی ہے۔ وہ دُکاندار کے طرف سے واجب الاداء رقم دکاندار نوٹ کی وساطت سے بنک سے وصول کرے اس کو شریعت میں حوالہ کہا جاتا ہے نوٹ کا دینے والا محیل اور لینے والا دُکاندار محتال اور بنک محتال علیہ اور نوٹ پر لکھی ہوئی رقم محتال بہ ہوگا۔ اور یہ معاملہ حوالہ ہوگا۔ یہ ایک رائے ہے اس رائے کے متفرعات میں سے ایک یہ ہے کہ نوٹ دینے سے زکوٰۃ، نذر یعنی عبادات مالیہ ادا نہیں ہوسکتے ہے۔ جب تک کہ وہ فقیر جس کو یہ نوٹ دی گئی ہے۔ کسی معاوضہ مالی میں صرف نہ کرے۔ کیونکہ جب یہ نوٹ مال کا رسید ہے، اور مال نہیں، تو اس کے دینے سے مالی عبادات ادا نہ ہوگی۔ اور جب فقیر نوٹ کے عوض کسی سے کوئی چیز خرید لے۔ تو اس وقت وہ خریدی ہوئی چیز نوٹ کے اول مالک (جس نے فقیر کو نوٹ دی ہے) کی ملک متصور ہوکر بذریعہ رسید فقیر وصول کرتا ہے۔ تو اس وقت اس کا مالی عبادات ادا ہوجائے گا۔ اور اسی طرح جس شخص کے ذمہ قرض ہے تو مقروض کے نوٹ وصول کرنے کے بعد نوٹ کو کسی مال میں صرف کرنے کے بعد قرض ادا ہوجائے گی۔ اور نوٹ کے ذریعہ سونے چاندی کا معاملہ بھی جائز نہ ہوگا۔ کیونکہ نوٹ بوجہ رسید چاندی یا سونے کا سونے، چاندی کے عوض میں دینا بیع صرف ہے۔ اور بیع صرف میں دونوں عوضوں کا مجلس عقد میں وصول کرنا ضروری ہے اور اس صورت میں نوٹ پر لکھی ہوئی چیز بنک کے ذمہ قرض ہے۔ جو کہ وصولی مجلس عقد میں موجود نہیں۔ اسی طرح نوٹوں کا تبادلہ بھی جائز نہ ہوگی کیونکہ بیع الکالی بالکالی ہے۔ یعنی بیع النسیہ بالنسیہ ہے۔ جو کہ حدیث کی رو سے ممنوع ہے۔

۲......دوسری رائے یہ ہے کہ نوٹ ثمن عرفی ہے۔ جیسا کہ فلوس نافقہ ثمن عرفی ہے۔ اسی دوسرے رائے کی بناء پر نوٹ پر فلوس نافقہ کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ لہٰذا اس رائے کی بناء پر نوٹ کے دینے سے تمام عبادات مالیہ فی الفور ادا ہوجاتے ہیں یعنی زکوٰۃ، صدقہ فطر، نذر، کفارات نوٹ کے قوت خرید کی مقدار کے مناسب ادا ہوجاتے ہیں۔ اور نوٹ کے ذریعہ سونے چاندی کی خرید فروخت بھی جائز ہے۔ کیونکہ یہ بیع صرف نہیں۔ بیع صرف میں دونوں عوضوں کی ثمن خلقی ہونا ضروری ہے۔ نوٹوں کے تبادلہ میں امام محمدؒ کے قول کی بناء پر مساوات ضروری ہے۔ مثلاً ایک روپے کا نوٹ دو روپے کے عوض دینا جائز نہ ہوگا۔ اور امام ابو یوسفؒ اور امام اعظمؒ کے رائے کے مطابق جائز ہوگا۔ جیسا کہ فلوس نافقہ کے بارے میں ان کا اختلاف ہے۔

نوٹ کے بارے میں علماء کی مذکورہ اختلاف کی بنیاد دنیا میں کرنسی نظام میں انقلابات اور تبدیلیاں ہیں۔

جس کی ابتداء اور انتہاء یہ ہے کہ..........

(۱)......ابتداء میں لوگ اپنی ضروریات پوری کرنے کیلئے اشیاء کی اجناس میں تبادلہ کرتے تھے۔ مثلاً گندم کے ذریعہ مکئی حاصل کرتے تھے یا جو یا سونا یعنی جس کی ضرورت ہوتی اس کو اپنے پاس موجود چیز کے ذریعہ حاصل کرتے تھے۔

(۲)......اس کے بعد یہ رواج شروع ہوا کہ جو چیز کثیر الاستعمال ہو وہ ذریعہ تبادلہ مقرر کرتے تھے۔ مثلاً آٹا اور غلہ

ذریعہ بناتے تھے۔

(۳)......اس کے بعد سونا چاندی کثرت قیمت اور کمی ثقل کی وجہ سے معیار تبادلہ مقرر ہوئے لیکن اس میں کسی خاص صورت کی ضرورت نہ تھی۔ بلکہ وزن کی مقدار معتبر تھا۔ خواہ وہ برتن کی صورت میں ہو یا زیور کی صورت میں یا سونے چاندی کی سادہ ٹکڑے کی صورت میں ہو۔

(۴)......اس کے بعد ساتویں صدی عیسوی میں سونے چاندی کی مہر شدہ سکّوں کی رواج شروع ہوئی۔ لیکن اس میں اعتبار وزن کا تھا۔ یعنی مہر شدہ سکّے کی جو وزن حقیقی ہو اسی کے بناء پر اس کی قیمت معتبر تھی۔ یعنی مہر شدہ اور غیر مہر شدہ دونوں میں وزن معتبر تھا۔ اس سکے کی ابتداء چینیوں نے کی ہے۔ جیسا کہ ابن بطوطہ نے لکھا ہے۔ جیسا کہ الورق النقدی نامی کتاب میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اس میں لوگ خود مختار تھے۔ حکومت کی طرف سے کسی قسم کی پابندی نہیں تھی۔ لوگوں کو اختیار تھا کہ مہر شدہ سکّے استعمال کرے یا غیر مہر شدہ سونے چاندی کے ٹکڑے یا برتن اشیاء کی خرید و فروخت میں استعمال کرے۔

(۵)......بعض ملکوں میں سونے کی مہر شدہ سکّوں کا رواج تھا، اور بعض میں چاندی کے اور بعض ملکوں میں دونوں قسم کے سکّے رائج تھے۔ اور جن ملکوں میں سونے اور چاندی دونوں کے سکّے رائج تھے۔ یعنی اس کا رواج تھا ان کے درمیان ایک تناسب مقرر کیا تھا۔ مثلاً سونے کا ایک سکّہ چاندی کے سولہ سکّوں کے برابر تھا۔ لیکن اس کی وجہ سے بعض ملکوں سے سونے کا نکلنا شروع ہو گیا۔ جس سے بعض ملکوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔

(۶)......اس کے بعد سونے اور چاندی کے سکّوں میں اگرچہ نقل و حمل کی آسانی تھی۔ لیکن اس میں چوری ہونے کا خطرہ زیادہ موجود تھا۔ اس کی وجہ سے تاجروں نے یہ دستور شروع کیا کہ سکّوں کو امانت دار صرافوں کے پاس جمع کر کے اس سے کاغذی رسید لیتے تھے۔ تاکہ سونا چاندی محفوظ ہوں پھر صرافوں کی اعتماد زیادہ ہونے کی وجہ سے لوگوں میں اس رسیدوں کے ذریعہ خرید و فروخت شروع ہو گیا۔ لیکن ان رسیدوں کی کوئی خاص شکل نہ تھی۔ (یہ ہے نوٹ کی ابتداء کی بنیاد)

(۷)......اس کے بعد ۱۷۰۰ عیسوی میں اس رسیدی کاغذ نے ایک خاص شکل (صورت) اختیار کر لی اور سویڈن کے اسٹاک ہوم بنک نے اسے بطور کاغذی نوٹ جاری کیا۔ اس وقت میں چونکہ یہ نوٹ رسید کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے بنک صرف اتنی مقدار میں نوٹ نکلواتے تھے۔ جس کے مساوی مقدار کی سونا بنک کے پاس موجود ہوتا تھا۔ اور بنک اس کا ذمہ دار تھا کہ نوٹ پر لکھی ہوئی مقدار سونا حامل نوٹ کے مطالبہ پر ادا کرے۔ لیکن اس وقت نوٹ کے ذریعہ لین دین اختیاری تھا۔ یعنی فروخت کرنے والے کو اختیار تھا۔ کہ نوٹ کے ذریعہ فروخت کرے یا سونے چاندی کے ذریعہ پھر ۱۸۳۳ء میں نوٹ کے زیادہ استعمال ہونے کی وجہ سے حکومت نے نوٹ کے ذریعہ کاروبار کو لازمی قرار دے دیا۔ یعنی فروخت کرنے والے پر یہ لازم کیا گیا۔ کہ اگر خریدار نوٹ دے۔ تو ضرور قبول کرے لیکن اس وقت تک نوٹ جاری کرنے والے بنکوں پر لازم تھا کہ جتنا سونا ان کے پاس موجود ہو اس سے زیادہ نوٹ نہ چھپوائیں پھر حکومتوں کو ایسے

حالات پیش آئے۔ کہ حکومتیں اس پر مجبور ہوئیں کہ نوٹوں کی چھپوانے کے لئے اس کے مساوی مقدار کے سونے کے موجودگی کے شرط ختم کی جائے۔ اس لئے رفتہ رفتہ ترتیب وار اندرون ملک نوٹ کے بدلہ میں بنک سے اس پر لکھی ہوئی سونے چاندی کے مقدار کی مطالبے کے حق کو ختم کیا گیا۔ لیکن ملکوں کے درمیان یہ شرط باقی رہا۔ یعنی جس ملک کے سکے دوسرے ملک میں چلے جائے۔ تو بوقت مطالبہ اس کو اتنی مقدار کا سونا ادا کرنا لازم تھا۔ آخر کار ترتیب وار تغیرات کے بعد ١٥ راگست ١٩٧١ء کو نوٹ نے ثمن عرفی کی حیثیت اختیار کی۔ نوٹ کے سونے یا چاندی کے ساتھ کوئی تعلق نہ رہا۔ بلکہ نوٹ کے لین دین کرنے والے کے ذہن سے اس کا تصور ختم ہو گیا۔ اور نوٹ کے قوت خرید کی بناء پر اس کی استعمال شروع ہوگئی۔ تو جن علماء کا رائے (خیال) ہے کہ یہ سند حوالہ ہے۔ وہ نوٹ کی ابتدائی حالت کے اعتبار سے ہے۔ اور جو علماء کرام اس کو ثمن عرفی کہتے ہیں اس کی بنیاد نوٹ کی آخری حالت ہے۔ جو کہ ١٩٧١ء کے بعد ہے۔ نوٹ کے ١٩٧١ء کے بعد کی حالت کی اعتبار کی بناء پر ١٦ را کتوبر ١٩٨٦ء اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ کی قرارداد نے ٦١/٩/١٣ میں لکھا ہے۔ کہ کاغذی نوٹ فقہی اعتبار سے نقود اعتبار یہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور اس میں ثمنیت مکمل طور پر موجود ہے۔ اور شریعت میں ربا، زکوٰۃ، سلم وغیرہ کے معاملے میں سونے اور چاندی کے جو احکام طے شدہ ہیں۔ وہی احکام ان نوٹوں پر بھی جاری ہوں گے۔ (بحوالہ قراردادیں اور سفارشات ص ٥٢) (اسلامی فقہ اکیڈمی جدہ)۔

نوٹ کی ابتدائی حالت کے اعتبار پر اس کو قرض کی سند اور رسید جاننے کی بناء پر ہندوستان کے بہت سے علماء نے اس کو قرض کی سند جان کر اس کے ذریعہ زکوٰۃ اور دیگر واجبات کی ادائیگی کو اس کے صرف کرنے پر موقوف کیا یعنی جب تک نوٹ کسی چیز کی خریداری میں صرف نہ کی جائے اس وقت تک واجبات ادا نہ ہوں گے۔ ان علماء نے یہ فیصلہ علامہ سید احمد الحسنیؒ کتاب " **الهجة المشتاق في بيان حكم زكوٰة الاوراق**" میں نوٹ کی مندرجہ ذیل تعریف کی بناء پر کیا ہے۔

جب ہم نے لفظ "بنک نوٹ" کی ماہیت کے بارے میں تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ فرانسیسی زبان کی اصطلاح ہے۔ اور "لاروس" جو فرانسیسی زبان کی سب سے بڑی اور مشہور لغت ہے۔ اس میں بنک نوٹ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں "بنک نوٹ ایک کرنسی نوٹ ہے جس کے حامل کو مطالبے کے وقت اس نوٹ کی حقیقی قیمت دے دی جائیگی اور ان نوٹوں کے ساتھ بھی اسی طریقے سے لین دین کیا جاتا ہے۔ جس طرح دھات کی کرنسی کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ البتہ یہ نوٹ مضمون ہوتے ہیں یعنی اس کے بدل کی ضمانت دی جاتی ہے۔ تاکہ لوگ اس کے لین دین پر اعتماد کریں۔

لہٰذا اس تعریف میں یہ الفاظ "اس کے حامل کو مطالبے کے وقت اس نوٹ کی حقیقی قیمت ادا کردی جائے گی" بغیر کسی شک کے اس بات پر دلالت کر رہے ہیں۔ کہ یہ نوٹ قرض کی سند ہے۔ البتہ اس تعریف میں جو دوسرے الفاظ ہیں کہ "ان نوٹوں کے ساتھ بھی اسی طریقہ پر لین دین کیا جاتا ہے۔ جس طرح دھات کی کرنسی کیساتھ کیا جاتا ہے۔" اس عبارت سے کوئی شخص اس کے مال یا ثمن ہونے کا وہم نہ کرے۔ اس لئے کہ اس عبارت کا مطلب صرف اتنا ہے۔ کہ لوگ کرنسی کے بجائے ان نوٹوں کو لین دین میں قبول کر لیتے ہیں۔

صرف اسی خیال سے کہ مطالبہ کے وقت اس کی قیمت حامل نوٹ کو وصول ہو جائے گی۔ اور حکومت اس نوٹ کی قیمت کی ادائیگی کا ضامن ہے۔ لہذا یہ تعریف صراحۃً اس بات پر دلالت کر رہی ہے۔ کہ یہ نوٹ قرض کی سند اور دستاویز ہے۔ اور اسی زمانہ کے علماء کی ایک بڑی جماعت نے نوٹ کو ثمن عرفی (فلوس نافقہ) قرار دیا تھا۔ اور اسی مسئلہ پر مسند احمد کے اور شارح علامہ احمد ساعاتی ؒ نے تفصیلی بحث فرمائی ہے وہ لکھتے ہیں۔

" فالذی اراہ حقا و ادین اللہ علیہ " ان حکم الورق المالی کحکم النقدین فی الزکوۃ سواءً بسواءٍ لا نہ یتعامل بہ کا النقدین تماماً و لان ملکہ یمکنہ صرفہ وقضاء مصالحہ بہ فی ای وقت شاء فمن ملک النصاب من الورق المالی و مکث عندہ حولاً کا ملاً وجبت علیہ زکوتہ ۔

ترجمہ عبارت: میرے نزدیک صحیح بات جس پر میں اللہ تعالی کے حضور جواب دہ ہوں یہ ہے کہ زکوۃ کے وجوب اور اس کی ادائیگی کے مسئلہ میں ان کاغذی نوٹوں کا حکم بھی بعینہ سونے چاندی کے حکم کی طرح ہے اس لئے لوگوں میں ان نوٹوں کا لین دین بالکل اسی طرح جاری ہے۔ جس طرح سونے چاندی کا لین دین رائج ہے۔ اور ان نوٹوں کے مالک کو اس کا بالکل اختیار ہے۔ کہ وہ جس وقت چاہے ان کو خرچ کرے۔ اور ان کے ذریعہ اپنی ضروریات پوری کریں۔ لہٰذا جو شخص بقدر نصاب ان نوٹوں کا مالک بن جائے اور اس پر ایک سال گزر جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہو جائے گی۔ اور اسی طرح اس گروہ میں مولانا عبدالحی لکھنویؒ کے خصوصی شاگرد اور " عطر ھدایہ" " خلاصۃ التفاسیر " کے مصنف مولانا فتح محمد لکھنوی اور ان کے بیٹے مولانا مفتی سعید احمد لکھنوی (سابق مفتی وصدر مدرس مدرسہ تکمیل العلوم کانپور) بھی شامل ہیں۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کی یہ رائے ان کی کتاب عطر ہدایہ کے آخر میں نقل کی ہے۔ اور یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ علامہ عبدالحیٔ لکھنوی بھی اس رائے میں ان کے موافق تھے۔ زیر بحث مسئلے میں مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہ کی رائے یہ ہے کہ مولانا موصوف صاحب نوٹ کے بارے میں علماء کی دو/۲ رایوں کی پوری تفصیل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں" بہر حال! مندرجہ بالا بحث سے واضح ہو گیا کہ فقہی اعتبار سے یہ نوٹ اب قرض کی دستاویز کی حیثیت نہیں رکھتے ہیں۔ بلکہ "فلوس نافقہ "(مروجہ سکوں) کی طرح یہ علامتی کرنسی کی حیثیت اختیار کر گئے ہیں۔ جس طرح "فلوس نافقہ " کی ظاہری قیمت ان کی ذاتی قیمت سے کئی گنا زیادہ ہوتی ہے اور لوگوں میں ان نوٹوں کے ذریعے لین دین کا رواج "فلوس نافقہ " ہی کی طرح ہو گیا ہے۔ بلکہ موجودہ دور میں دھاتی سکوں کا وجود نادر ہو چکا ہے۔

لہٰذا ان نوٹوں کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ اس کے ذریعے زکوۃ فی الفور ادا نہیں ہوتی یا ایک کرنسی کو دوسرے کرنسی نوٹ میں تبدیلی کو یہ کہہ کرنا جائز قرار دینا کہ "بیع الکالی بالکالی " کی قبیل سے ہے یا ان نوٹوں کے ذریعہ سونے چاندی کی خریداری کو اس لئے ناجائز قرار دینا کہ یہ "بیع صرف" ہے اور "بیع صرف" میں دونوں طرف سے مجلس میں قبضہ کرنا ضروری ہے، جو یہاں نہیں پایا گیا۔ ان تمام باتوں میں ناقابل تحمل حرج لازم آتا ہے۔ حالانکہ اس قسم کے معاملات میں شریعت مروجہ عرف عام کو معتبر مانتے ہوئے اس میں سہولت

اور آسانی پیدا کر دیتی ہے۔ اور ایسے فلفسیانہ نظریہ کی دقیق بحثوں میں نہیں الجھتی جن کا عملی زندگی پر کوئی اثر نہ ہو۔ بہرحال مندرجہ بالا بحث سے یہ بات پوری طرح ثابت ہوگئی۔ کہ یہ کاغذی نوٹ کرنسی کے حکم میں ہے۔ مذکورہ بالا تحریرات پر اکتفاء کرتے ہوئے میں اپنے مقالے کو ختم کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس میں اگر کوئی کمی ہو تو معاف کر کے یہ تحریر اپنی دربار میں مقبول فرمائیں۔ ومن اللہ التوفیق للصواب و الیہ المرجع والمآب

مآخذ ومراجع:

(۱)......قراردادیں اور سفارشات: جو اسلامی فقہ اکیڈمی کے سالانہ اجلاسات (۱۹۸۴ء تا ۱۹۹۲ء میں منظور کی گئیں)۔

(۲)......الورق النقدی (حقیقته ، تاریخه ، قیمته، حکمه). لعبد اللہ بن سلیمان بن منیع القاضی بمحکمة التمیز بمکة المکرمة وعضوهیئة کبار العلماء .

(۳)......فقہی مقالات: تصنیف مولانا مفتی محمد تقی عثانی مدظلہ (دار العلوم کراچی)۔

قارئین کے لئے خوشخبری

جامعہ المرکز الاسلامی کی شاندار علمی تحفہ:

"رؤیت ہلال سائنسی اور فقہی تحقیق کی روشنی میں"

مرتب : مولانا مفتی ابوالحسن عظمت اللہ سعدی.

منظر عام پر آگئی ہے شائقین علوم اپنے لئے کاپی محفوظ کرلیں۔ اعلیٰ کاغذ، مجلد، کمپیوٹر طباعت، بہترین ٹائیٹل اور مشاہیر علمائے کبار کے تقریظات کے ساتھ۔

صفحات: ۱۱۴ ، کل قیمت: ۶۰ ، رعایتی قیمت برائے طلبہ وعلمائے کرام: ۴۰ روپے میں دستیاب ہے۔

اس کتاب میں رویت ہلال کے بارے میں چیدہ چیدہ اکابر علمائے کرام کی رائے اور عصر حاضر کے جدید آلات کی تحقیقات وسائنسی انکشافات کو بیان کرنے کے بعد اس پیچیدہ مسئلے کو شرعی نقطۂ نظر سے بیان کیا گیا ہے۔

رابطہ: دفتر مجلس التحقیق الفقہی جامعہ المرکز الاسلامی پاکستان بنوں

فون رابطہ: 0333-3509970 / 0302-3524251